افادات ! شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

ضبط و ترتیب ! مولانا سمیع الحق

علم اور علم والوں کی قدر و منزلت

دارالعلوم کی تعلیمی سال کے آغاز پر درس ترمذی اور اختتام پر ختم بخاری شریف کے موقع پر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ طلباء اور علما سے فضیلت علم اور حصول علم کی راہ کی نزاکتوں اور اہل علم کی ذمہ داریوں پر بصیرت افروز خطاب فرمایا کرتے تھے ۔ ذیل میں ان خطابات میں صرف ایک تقریر نذر قارئین ہے اس خطاب کو بھی مرتب دعوات حق مولانا سمیع الحق نے ضبط اور مرتب کیا ہے ۔ (ادارہ)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم محترم بھائیو ! خداوند تعالیٰ کے ہر انسان اور ہر مخلوق پر غیر متناہی احسانات ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”
وان تعدوا نعمتہ اللّٰہ لا تحصوھا ۔ اور اگر گنو احسان اللہ کے نہ پورے کر سکو ۔

الایۃ (ابراہیم پ) (ترجمہ شیخ الہند)
خاص کر اہل علم طبقہ اور ہم مساکین کے زمرہ طلبہ پر جو فضل و کرم اور احسان ہے اس کی تو حد ہی نہیں آپ کو علم کی راہ پر چلنے کی توفیق دی اور یہاں تک پہنچایا ۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا :
من سلک طریقا یطلب فیہ علما سہل اللہ لہ طریقا الی الجنتہ
جو علم کی طلب میں علم کے راستہ پر چلنے لگا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان بنا دے گا ۔

علم اور جہاد میں فضیلت : ۔ غالباً” امام مالک اور حضرت امام ابو حنیفہ کے درمیان اس بارہ میں بحث ہے کہ زندگی کو جہاد میں صرف کرنا بہتر ہے یا علم کی راہ میں لگانا افضل ہے امام مالک اور حضرت امام ابو حنیفہ دونوں فرماتے ہیں کہ جہاد کے مقابلہ میں علم دین میں مشغول ہونے کا درجہ زیادہ ہے ۔ گو بعض اوقات کافروں کے حملہ کرنے کے وقت جہاد کی افضلیت اور اہمیت بڑھ جاتی ہے ۔ مگر وہ منقبت عارضی ہے جس طرح اقراء باسم ربک میں مقام کے تقاضا اور فضیلت عارضی کی وجہ سے اقراء مقدم کیا گیا مگر عام معتدل حالات میں افضل اور بہترین مقام حاصل کرنے کے لئے علم ہی ایک بہترین عبادت ہے حالانکہ جہاد ایک ایسی عبادت ہے کہ ایک مجاہد ہر حال اور ہر وقت عبادت میں مصروف ہوتا ہے ۔ مجاہد کا چلنا پھرنا ' اٹھنا بیٹھنا ' سونا جاگنا سب عبادت ہے یہاں تک کہ اس کے گھوڑے اور اس کے بول و براز کو بھی اعمال صالحہ میں تو لا جاتا ہے ۔ ایک صحابی نے پوچھا کہ کوئی شخص مجاہد کے برابر بن سکتا ہے ۔ حضور صلی علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہاں جو شخص ہمیشہ صائم ہو دن رات عبادت تہجد ذکر و اذکار میں لگا ہو ۔ شاید وہ شخص ایک غازی کے برابر ہو جائے اب جہاد اور علم کے مقابلہ میں دونوں آئمہ کرام (جو زہد و تقویٰ فقاہت اور علم میں اونچا مقام رکھتے ہیں) فضیلت علم کو ترجیح دیتے ہیں ۔ اتنی عظیم نعمت کی توفیق پر اگر ہم شکریہ ادا کرنا چاہیں تو کس طرح ادا کر سکیں گے اگر ہمارے جسم کا ایک ایک بال بھی زبان بن کر شکریہ میں لگ جائے تو ہم اس نعمت کا شکریہ ادا نہ کر سکیں گے ۔

خلافت آدم بوجہ فضیلت علم

سیدنا آدم علیہ السلام کو خلافت کا عظیم منصب ملا اس کی اولاد کو تمام مخلوقات پر جو فضیلت دی گئی وہ صرف علم ہی کی نعمت ہے وہ علم ہی کی منقبت اور خصوصیت تھی جس کی وجہ سے بنی آدم کو عالم پر درجہ دیا گیا ۔ حضرت آدم کو علم کا مظہر بنا کر مخلوق پر برتری دی اب حضرت آدم کی اولاد میں وہ مقام خدا نے آپ لوگوں کو علم دین کا طالب بنا کر دیا اور اس راستہ پر چلایا ۔ خداوند تعالیٰ کی اس عظیم مہربانی فضل و کرم و احسان کا شکریہ کس طرح ادا ہو سکتا ہے ۔ خاص کر مجھ ناچیز عاجز پر تمہاری خدمت کرنے کی توفیق دینے کی صورت میں جو عظیم احسان ہے میں اس کا ذکر کن الفاظ میں کروں اگر میں تمام عمر سجدہ میں پڑا رہوں تو خداوند کریم کا شکریہ ادا نہ کر سکوں گا ۔ قاصر ہوں ۔
لااحصی ثناء علیک ہم کیا اور ہمارا شکریہ کیا ۔ حضور کی ذات اقدس جو افضل المخلوقات ہیں لا احصی ثناء علیک انت کماثینت علی نفسک کا ورد فرما کر اظہار شکر سے عاجزی ظاہر کرتے ہیں ۔ خداوند کریم تمہارے درجات بلند فرما کر تمہارے علم و عمل کے ان مساعی میں برکت ڈال دے ۔ تمہارا یہاں دارلعلوم میں علم دین کے لئے جمع ہونا اور گھربار چھوڑ کر آنا ہمارے لئے بہت بڑی سعادت اور فخر کی بات ہے طلبہ علوم دینیہ کا وہ مقام ہے کہ رحمت کے فرشتے ان کی راہ میں اپنے پر بچھاتے ہیں ۔ حضور اقدس صلعم نے وصیت کی اور تاکید بھی کی کہ علم کے طالبین جب تمہارے پاس آئیں تو انہیں مرحبا اور خوش آمدید کہیں ان کے ساتھ کمال درجہ محبت رکھیں اور ان کے بارہ میں میری طرف سے وصیت خیر قبول کریں ۔

طلب علم کی راہ کے شدائد اور امتحانات

علم کے اس اونچے مقام کے حصول کا پہلا مرحلہ طلب کا مرحلہ اور منزل ہے کہ علم کی تلاش میں گھروں کو چھوڑ کر نکل جانا پڑتا ہے اور چونکہ علم دین کی طلب پر خداوند کریم کی طرف سے دنیا و آخرت دونوں میں ہر لحاظ سے بڑی اجر و مرتبت اور عزتیں مرتب کی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ منزل اتنی ہی تکالیف اور امتحانات سے بھری ہوئی ہے۔ عالم بننے کے لئے پہلی منزل طالب علمی کی ہے جو بہت مشکل اور کٹھن ہے ہر طرح کے امتحانات سے بھری ہوئی ہے۔ ہر طرح کے امتحانات اس راہ میں ہمارے اکابر پر آئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلائے جتنی تکالیف آئیں تو سمجھنا چاہیے کہ اتنا ہی درجہ مقبولیت کا ہے اور اتنی ہی کامیابی اور اونچے شان کی علامت ہے۔ حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں۔

العلم عزلاذل فیہ یحصل بذل لاعزفیہ

علم ایسی عزت ہے جس میں ذلت کا کوئی شائبہ نہیں مگر بڑی تکالیف اور ذلتوں سے حاصل کیا جا سکے گا۔ اس راہ میں جتنی بھی فروتنی عاجزی تواضع اور انکساری کی جائے گی تکالیف پر جتنا بھی صبر و تحمل ہو گا اتنی ہی زیادہ دولت نصیب ہو گی بھوک کی تکلیف آئے گی کتابوں کے نہ ملنے کی تکلیف آئے گی کئی قسم کی پابندیاں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تب کامیابی نصیب ہو گی اور یہ تجربہ اور مسلمات میں سے ہے کہ عظیم عزت انتہائی ذلیل بننے (تکلیف اٹھانے سے) سے آئے گی

صحابہ کرام کی حالت

ہمارے سب کے مقتدار صحابہ کرام تھے ان کی زندگی اس بارہ میں ہمارے لئے نمونہ ہے حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی میں تعلیم حاصل کرنے والی اصحاب صفہ بسا اوقات بے طاقتی اور بھوک سے کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر جاتے باہر سے آئے ہوئے بدوی مہمان دیکھ کر یہ سمجھتے کہ ان پر آسیب یا مرگی کی بیماری ہے۔ ھولاء مجانون (کہ یہ تو مجنون ہیں) اور نماز سے سلام پھیر کر اور ہمیں اس حال میں پا کر ہماری گردنوں پر اپنے قدم رگڑتے ' گویا اپنے خیال میں جنات نکالنے کا علاج کرنا چاہتے تھے مگر وہ جنون نہ تھا ہاں ایک جنون اور دیوانگی تھی اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کے عشق کی دین کی طلب کی جس کی وجہ سے بھوک اور فاقے برداشت کرتے رہتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ بھوک نے ایک دفعہ مجھے پریشان کر دیا ' مزدوری کا لباس پہن لیا ایک کھال گلے میں ڈال کر نکلے جو قلی اور مزدور کی خاص نشانی ہے۔ مدینہ سے باہر ایک یہودی کا باغ تھا وہاں گیا اور دیوار کے دریچے سے باغ کے اندر جھانکنے لگا۔ یہودی نے دیکھ کر پوچھا کیا مزدوری کرنا چاہتے ہو میں نے کہا کہ ہاں ایک کھجور پر ایک ڈول نکالنا طے ہوا۔ میں کنویں سے ڈول بھرنے لگا اور ایک ایک ڈول کے بدلے وہ میرے ہاتھ میں ایک ایک کھجور رکھتے جاتے تھے جب مٹھی بھر گئی تو چھوہارے کھا لئے پانی پی لیا اور ڈول چھوڑ کر سیدھا مسجد واپس چلا آیا۔ حضور صلعم تشریف فرما تھے پھر اسی تعلیم و تعلّم میں لگ گئے۔

صحابہ کرام جب پڑھنے پڑھانے کے مشاغل سے فارغ ہو جاتے تو جنگل چلے جاتے ' لکڑیاں چن چن کر لاتے اور دو چار پیسوں میں فروخت کر کے اپنی ضروریات کا انتظام کرتے اور پھر اپنے تمام اوقات قرآن حدیث کے اسباق میں لگاتے۔

اکابر امت کی حمایت

امام بخاری نے کس غربت اور تکلیف سے علم حاصل کیا اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ کبھی حصول علم کے زمانہ میں ناغہ نہ کرتے مگر ایک دن اسباق میں حاضر نہ ہوئے طلبہ نے جا کر معلوم کیا تو فرمایا کہ میرے پاس آج اتنا کپڑا بھی نہ تھا کہ عورت غلیظہ کو ڈھانپ کر باہر نکلتا۔ اور سوال کرنا خودداری اور علم کی شان کی خلاف تھا اس لئے اسباق میں حاضر نہ ہوا تب انہوں نے چادر دی اور شریک ہوئے مشہور حکیم ابونصرفارابی نے درختوں کے پتے چبا چبا کر علم حاصل کیا ہمارے اکابرین دیوبند میں حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ اور حجۃ الاسلام نانوتوی کی مثالیں موجود ہیں ہم نے سنا ہے کہ جن ایام میں یہ حضرات دھلی میں پڑھتے تھے تو بھوک کے مارے حالت یہ تھی کہ سبزی فروش جو باسی سبزی رات کو پھینک دیتے تو یہ حضرات اسے صاف کر کے جوشا دیتے اور گذر اوقات کر لیتے اور رات کو مطالعہ کے لئے مستقل روشنی کا انتظام نہ ہوتا تو حلوائیوں کی دکان کے قریب کھڑے ہو کر دوکان میں لیمپ اور بتی کی روشنی میں مطالعہ فرماتے ابھی ہمارے زمانہ طالب علمی تک علم کی مشقتیں ایک عام بات تھی مجھے خود یاد ہے کہ زمانہ حصول علم میں کئی کئی مہینے صرف ایک ایک روٹی پر اکتفار کیا پہلی مرتبہ دیوبند میں میرا جانا ایسے وقت ہوا کہ داخلہ بند تھا میرا داخلہ نہ ہو سکا وہاں سے میرٹھ چلا گیا وہاں استادعلیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہاں گذارا مشکل ہے اگر ایک وقت کھانے پر صبر کرو تو میں دو چپاتیوں اور دال کا انتظام کرا دوں گا۔ میں نے اسے بھی غنیمت سمجھا ایک غزنوی طالب علم نے جو ساتھی تھا اللہ تعالیٰ اسے رحمتوں سے مالا مال کر دے نے ایک وقت کا کھانا پیش کر دیا۔ کافی دنوں بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ خود ایثار کر رہا ہے۔ اور دوپہر کا کھانا مجھے دیکر خود بھوکا رہتا ہے۔ دو چار مہینے میرٹھ کے اس حال میں گذرے اس اپنے علاقہ کے ایک گاؤں میں ٹھہرے تھے۔ رمضان کا مبارک مہینہ تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ مکئی اور گھاس کے پتے اور ساگ کھانے کے لئے ملتا تھا اور سبزی کے لئے پاؤ آدھ سیر چھاچھ وہ بھی محلّہ کے لوگ نمبروار مسجد میں لاتے۔

موسیٰؑ اور خضرؑ کے واقعہ میں اہل علم کے لئے سبق

قرآن مجید کے سورہ کہف میں تعلیم و تعلّم کے آداب اور طلب علم کی شان کے بارہ میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے

اس واقعہ کا تعلق زیادہ تر طالب علم اور اس کے ضوابط و شرائط سے ہے اس لئے حضرت امام بخاری نے بخاری کی کتاب العلم میں اس واقعہ سے کئی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ امام بخاری علم تفسیر میں بھی علم حدیث کی طرح بے نظیر ماہر ہیں اگر تفسیر میں بھی بخاری شریف کی طرز کی کوئی کتاب تصنیف فرماتے تو بے مثل چیز ہوتی۔

سورہ کہف کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ سید السادات ہیں لیکن حصول علم کے لئے رخت سفر باندھتے ہیں۔ مسافری و غربت برداشت کرتے ہیں اور اولوالعزم نبی ہیں اور حضرت خضر کے نبوت کے بارہ میں پہلے تو اختلاف ہے کہ نبی تھے یا نہیں اگر ہوں بھی تو موسیٰ علیہ السلام کی شان کے برابر نہیں حضرت موسیٰ کا درجہ بلند و ارفع ہے تشریعی نبی ہیں۔ جاہ جلال اور دبدبہ کا یہ عالم ہے کہ بنی اسرائیل جیسی متمرد قوم کو قبضے میں رکھا پتھر کو لاٹھی سے مارا یہاں تک کی جلالی شان ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ اور فرعون جیسے جابر و ظالم کی حکومت کو تہ وبالا کر دیا۔ ایسے ظالم

بادشاہ کے لئے آپ کا انتخاب کیا گیا جس نے انا ربکم الاعلی کا اعلان اور دعوی کیا مگر حضرت موسی کو اتنا رعب و جلال خدا نے دیا تھا کہ براہ راست فرعون ان پر گرفت نہ کر سکے اور ایک دن بھی جیل تک کی سزا نہ دے سکے کہیں بھی اشارہ نہیں کہ فرعون نے انہیں تکلیف پہنچانے کا حکم دیا یہاں تک لکھا ہے کہ فرعون کے دربار میں جب آپ پہنچ جاتے تو فرعون کو خوف و رعب کی وجہ سے اسہال ہو جاتا حالانکہ اسی فرعون نے حضرت موسی کی ولادت سے قبل ان کی ولادت کی پیشنگوئی سنی تو ستر ہزار بچوں کو قتل کر ڈالا یذبحون ابناء کم ویستحیون نساء کم وفی ذالکم بلاء من ربکم عظیم حضرت موسی کے مقابلے میں پیش کیے گئے ساحر جب حضرت موسی پر ایمان لائے تو انہیں سولی پر چڑھایا۔

لاصلبنکم فی جزوع النخل (طہ)

اور سولی دوں گا تم کو کھجور کے تنہ پر اور ظلم کا یہ عالم تھا کہ اپنی بیوی کو ایمان لانے کی وجہ سے ہاتھ پاؤں پر میخ ٹھونک کر چومیخہ طریقہ سے مار ڈالا ایسی نیک اور پاک باز رفیقہ حیات کو اس طریقہ سے قتل کرنا کتنا بڑا ظلم ہے مگر عجیب ہے کہ حضرت موسی جب سامنے آتے اور بحث و مناظرہ ہوتا تو فرعون اور اس کے ساتھی سب لرزہ براندام ہو کر دب جاتے ہمت نہ ہوتی کہ پولیس کو انہیں گرفتار کرنے کا حکم دے دیتے ہتھکڑی پہنوا دیتے یا ڈنڈا مار دیتے۔ ہاں خفیہ تدبیریں اور سازشیں کرتا رہتا مگر کامیابی نہ ہوتی۔ یہ تھا حضرت موسیؑ کے جاہ جلال کا عالم کہ فرعون کو جرات نہیں کتنی مقبولیت اور وجاہت خداوندی تھی مگر یہی حضرت موسیٰ ہیں کہ اس شان و عظمت کے باوجود پوری عاجزی اور انکساری سے حضرت خضر کے سامنے زانوئے تلمذ کئے ایک دفعہ حضرت موسی اپنی قوم کے سامنے تقریر کر رہے تھے بیان فصاحت و بلاغت سے لبریز تھا۔ لفظ لفظ سے معجزانہ بلاغت و حلاوت نمایاں تھی اور سامعین متاثر ہو رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آپ کے علم و حکمت سے متحیر ہو کر پوچھ بیٹھا کہ کیا اس وقت روئی زمین پر آپ سے بڑھ کر کوئی عالم موجود ہے اب حضرت موسی حیران ہوئے کہ اگر کہوں کہ ممکن ہے کہ مجھے سے بڑا عالم موجود ہے تو بنی اسرائیل ٹیڑھی قوم ہے اب یہی بات اپنے لئے حجت نہ بنا لیں کہ تجھ سے بڑھ کہ عالم جب موجود ہے تو ہم آپ سے رشد و ہدایت کیوں حاصل کریں ہمارے سامنے تو وہی عالم آنا چاہیئے۔ اس طرح یہ لوگ علم اور وحی کے فیض سے محروم ہو جائیں گے اور یہ ٹھیک بھی ہے کہ پیغمبر اپنے وقت کا بہت بڑا عالم ہوتا ہے جس کے علم کا کوئی ٹھکانا نہیں ہوتا اور پھر اولوالعزم پیغمبر اور تورات سنانے والا سیدنا موسی کی زبان سے نکلا کہ میں اس وقت اعلم ہوں ظاہر ہے کہ ایک پیغمبر کے دل میں بڑائی کا احتمال بھی نہیں صرف ترغیب مقصد تھی ادعا اور تکبر نہیں کبر کا تصور بھی نہیں مگر صورت دعوی کی بن گئی حق تعالیٰ کی طرف سے مواخذہ ہوا اور فرمایا گیا بلی عبدنا خضر ھواعلم منک اور حضرت موسی کی رہنمائی کی گئی حضرت خضر کی طرف حضرت موسی کو معلوم ہوا کہ مجھ سے بڑھ کر ایک عالم ہے تو اس وقت علم کا ایک ولولہ پیدا ہوا اور خود تمنا ظاہر کی کہ یااللہ ان سے ملنے کا تو انتظام فرما دے اور صرف ملاقات کے لئے نہیں بلکہ تعلم کے لئے سفر اختیار کیا بڑی مشقتوں اور تکالیف کے بعد ان کی خدمت میں پہنچ گئے۔ خادم ساتھ ہے۔ کھانے کے لئے کئی دن کی باسی روٹی اور خشک مچھلی زاد راہ ہے۔ چلتے چلتے تھک گئے قرآن مجید میں اس سفر علم کی مشقتوں کو حضرت موسی کی زبانی ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اتنا غدانا لقد لقینا من سفرنا ھذا نصبا لاکھ لاکھ پاس ہمارا کھانا ہم نے کھائی اپنے اس سفر میں تکلیف (ترجمہ شیخ الہند)

جب حضرت خضر کے ہاں پہنچے وہ چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے حضرت موسی نے سلام کیا حضرت خضر نے جواب دیا انی بارمنک السلام یہاں کیا سلام کرتا ہے حضرت موسی نے اپنا تعارف کیا کہ میں موسی بنی اسرائیل ہوں اور بہت نرمی سے درخواست پیش کی کہ میں اس لئے خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ:

ھل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا کہے تو تیرے ساتھ رہوں اس بات پر کہ تو مجھ کو سکھلا دے کچھ جو تجھ کو سکھلائی ہے بھلی راہ اتباع اور پیروی کی درخواست پیش کرتے ہیں مگر ادھر سے حضرت خضر نے سختی سے جواب دیا انک لن تستطیع معی صبرا تو نہ ٹھہر سکے گا میرے ساتھ اور فرمایا کہ میرے پاس جو علم ہے اس کی آپ کو کوئی ضرورت نہیں ہے اور مجھے تمہارے علم کی مگر پھر بھی حضرت موسی نہایت عاجزی سے درخواست پیش کرتے ہیں۔

ستجدنی انشاء اللہ صابرا" ولا اعصی لک امرا۔ تو پائے گا اگر اللہ نے چاہا مجھ کو ٹھہرنے والا اور نہ ٹالوں گا تیرا کوئی حکم۔

ایک بہت بڑے انسان اور اولوالعزم پیغمبر کے منہ سے یہ منت وسماجت معمولی بات نہیں صرف علم حاصل کرنے کے لئے اتنی عاجزی اور انکساری اس منت سماجت کے بعد جب حضرت موسی کے تڑپ واشتیاق کا یقین ہوا تو ساتھ رہنے کی اجازت دیدی مگر داخلہ کے لئے یہ شرائط لگائے کہ تم از خود کسی واقعہ کے بارہ میں سوال نہیں کر سکو گے پوچھنے کی ممانعت ہو گی ایک ذہین اور ذکی طالب علم پر اگر اتنی کڑی پابندی لگائی جائے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے۔ مگر حضرت موسی نے یہ پابندی بھی قبول کی معمولی پابندی نہیں تھی ایک طالب علم کا گلا گھٹ جاتا ہے کہ تجسس اور استفہام اور سوال کرنے کی اجازت بھی نہ ہو۔

فان اتبعتنی فلا تسئلنی عن شیئی حتی احدث لک منہ ذکرا۔

پھر اگر میرے ساتھ رہتا ہے تو مت پوچھیو مجھ سے کوئی چیز جب تک میں شروع نہ کروں تیرے آگے اس کا ذکر۔

وہی عظیم پیغمبر جس کے سامنے چھ لاکھ اسرائیلی خاموش دبے رہتے ایک لفظ منہ سے نہ نکال سکتے لیکن طالب علم کی شان میں یہ عاجزی اور منت سماجت اور یہ اس حال میں جب آزادی مل گئی تھی دولت و سلطنت دی تھی مگر پھر بھی استاد کے سامنے کتنے جھکے ہیں شرائط مانتے اور جب شرط کی پابندی نہ ہو سکی تو معافی مانگتے ہیں۔

قال لاتواخذنی بمانسیت ولا ترھقنی من امری۔

کہا مجھ کو نہ پکڑ میرے بھول پر اور مت ڈال مجھ پر میرا کام مشکل۔ (شیخ الہند)

دوبارہ جب شرط کی خلاف ورزی ہوئی اور ڈانٹ ملی تو پھر بھی درگذر کرنے کی درخواست پیش کی ایک مہلت اور دے دیجئے۔

قال ان سالتک عن شیئی بعدھا فلا تصاحبنی قبلغت منی عذرا۔

کہا اگر تجھ سے پوچھوں کوئی چیز اس کے بعد تو مجھ کو ساتھ رکھیو تو اتار چکا میری طرف سے الزام اور پھر بالا آخر جب مرضی خداوندی پوری ہوئی تو حضرت خضر نے حضرت موسی کو گویا مدرسہ علم سے خارج کر دیا۔ ھذا فراق بینی وبینک

اب جدائی ہے میرے اور تیرے بیچ۔

تو حضرت موسیٰ کا یہ واقعہ اہل علم اور طلبہ دین کے لئے بہت بڑی عبرت و موعظت کا واقعہ ہے کہ علم اتنی بڑی عزت ہے کہ ایک پیغمبر بھی بعد از سیادت

علم کے لئے یہ سب کچھ برداشت کرتا ہے مگر حاصل تب ہوتا ہے کہ بہت زیادہ تواضع اختیار کی جائے ۔ بنی اسرائیل یہ مان بھی نہیں سکتے کہ حضرت موسیٰ اتنا عجز وسماجت اور اسی وجہ سے اس واقعہ کے وقوع ہی کا انکار کرتے ہیں۔

خشیت والتواضع : اور یہ تواضع سب سے پہلے اللہ کے سامنے اختیار کرنی پڑتی ہے کیونکہ علم خدا کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ یہ صفت عاصی اور نافرمان کو نہیں دیتے تب عالم بنیں گے اللہ کے سامنے عاجزی اور تابعداری اختیار کریں اللہ کا خوف و خشیت پیدا ہو ۔ ارشاد فرمایا ۔

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں جن کو سمجھ ہے ۔۔

اللہ تعالیٰ سے تمام بندوں میں صرف علماء ہی ڈرتے ہیں ۔ انما کلمہ حصر ہے کہ ما تخشی اللہ من عبادہ الالعلماء کہ اگر خدا کا خوف پیدا ہو تو سمجھو کہ عالم ہے ورنہ نہیں اب یہاں اشکال ہوتا ہے کہ اکثر علماء زمانہ خوف و خشیتہ سے عاری ہیں ان کے اعمال فاسد ہیں اور دوسرے طرف بسا اوقات غیر علماء افراد میں خشیت خداوندی موجود ہے اب کلام خداوندی تو اصدق الکلام اس کی کیا توجیہ کی جائے گی تو یہاں سے اس اشکال کا جواب بھی ہو گیا کہ اگر خوف ہو تو عالم ہے ورنہ جاہل ۔

علم کی حقیقت : اس کی تفصیل یہ ہے کہ علم کا ترجمہ دانستن ہے ہمارے خیال میں عالم وہ ہوتا ہے کہ اس کے دماغ میں حافظہ میں جو حدیث یا حکم خداوندی ہو وہ زبان سے ادا کرے اور لوگوں کو حلال و حرام بیان کرتا رہے حالانکہ یہ علم نہیں ہے کیونکہ کاغذوں اور کتابوں پر بھی نقوش ہوتے ہیں بلکہ پتھروں پر بھی کلمات حق کندہ اور محفوظ ہوتے ہیں اگر ان چیزوں کا محفوظ کرنا علم ہے تو یہ چیزیں ہم سے زیادہ عالم ہونگی مگر کتابوں اور کاغذوں کو عالم نہیں کہہ سکتے اور آج کل تو ٹیپ ریکارڈ میں تمام مضامین لفظ بلفظ محفوظ ہو جاتے ہیں اسے بھی عالم کہا جائے گا اس طرح اس شخص کو جو کاغذات اور کتابوں سے نقوش اور مضامین کو ذہن میں منتقل کر دے عالم نہیں کہہ سکتے بلکہ علم تو نور یتجلی بھاالذکور ۔ کے مطابق ایک نور اور روشنی ہے ایک قلبی شے ہے جس سے دل منور ہو جائے ۔ اب بظاہر جو علماء اعمال منہیہ کرتے ہیں اور منکرات میں مبتلا ہوتے ہیں ان کے قلوب علم سے خالی ہوتے ہیں اور بعض غیر اہل علم عوام بظاہر عوام معلوم ہوں لیکن ان کا قلب اس روشنی سے منور ہوتا ہے جس کی وجہ سے درحقیقت وہ لوگ عالم ہیں اور اس کی وجہ سے خشیتہ ان میں پائی جاتی ہے صوفیاء فرماتے ہیں ۔

ان اللہ لم یتخذ جاھلاولیافان اجذہ علمہ اللہ نے کسی جاہل کو دوست نہیں بنایا اگر بنایا تو اسے تعلیم دے کر اور علم کی دولت دے کر بنایا ۔

علم حقیقی اور بصیرت : ملا نظام الدین سہالوی مشہور علامہ تھے درس نظامی ان کے نام سے موسوم ہے علامہ بحرالعلوم عبدالعلی کے والد ہیں ۔ ان کا ایک مرشد تھا ۔ بلکہ عوام جیسا ان پڑھ کتابیں نہیں جانتا تھا ۔ لیکن جب مراقبہ ہوتا ۔ اور استغراق طاری ہو جاتا تو شرح اشارات وغیرہ کی عبارات اور اصطلاحات زبان پر جاری ہوتیں ۔ جب مراقبہ سے اٹھ جاتے تو فرماتے کے محقق طوسی کو جہنم کے اسفل الطبقات سے نکالنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ بہت دور ہوتا جاتا ہے معلوم نہیں اس نے کیا لکھا ہے ؟ توگویا ظاہری کتابوں کے علم سے جاہل مگر قلبی بینائی اور بصیرت کا یہ مقام تھا ۔

ہمارے شیخ حضرت مولانا مدنی قدس سرہ العزیز اس قسم کے کئی واقعات بیان فرماتے ۔ انہوں نے فرمایا کہ قریبی زمانہ میں ایک صاحب حسن الافغانی گذرے ہیں قرآن مجید نہیں پڑھا تھا عالم نہیں تھے مگر عارف اور بندہ مومن تھے ایک طالبعلم نے قرآن مجید اور اس کی شرح جلالین یا بیضاوی شریف کی عبارت دونوں وزن اور لہجہ میں شروع کر دی امتحان لینا مقصود تھا چنانچہ وہ ہر ہر حرف کا سننے میں امتیاز کرتا کہ یہ جملہ قرآن مجید کا ہے یہ نہیں بظاہر ایک ہی لہجہ اور ایک ہی قرات میں سناتے مگر اسے اندازہ لگتا کہ یہ جملہ بیضاوی کی عبارت اور یہ جملہ کلام الٰہی ہے پھر اس نے کہا کہ قرآن مجید کے لفظ کے ادا ہونے کے وقت عرش سے اسفل السافلین تک روشنی کی ایک چمک پیدا ہو جاتی ہے جو مجھے محسوس ہوتی ہے اور جب دوسرے الفاظ ادا کئے جائیں تو وہ روشنی اور چمک ختم ہو جاتی ہے ۔

ہمارے گاؤں اکوڑہ خٹک کے مشہور اور معزز شخص خان اعلیٰ محمد زمان خان خٹک مرحوم نے ایک واقعہ سنایا گو وہ رسمی عالم نہیں تھے حقائق سے لا علم تھے مگر بصیرت اور ذہانت حد درجہ تھی انہوں نے کہا کہ لاہور میں ایک دفعہ ایک شخص کی تقریر سن رہا تھا عجیب دقائق و نکات بیان کر رہا تھا جس کو سن کر حیرانی ہوتی تھی ۔ لیکن چہرہ پر نورانیت کا نام نہیں تھا بلکہ نحوست برس رہی تھی اندر سے سیاہ معلوم ہو رہا تھا ہم نے جب بعد میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ لاہوری مرزائیوں کے محمد علی لاہوری مفسر قرآن ہیں اب اہل بصیرت سمجھ جاتے ہیں کہ اس کے چہرہ پر باایں ہمہ علم و دانش و تحقیق کے نور ایمان نہیں ہے ۔ اور واقعی لوگوں کا خیال ہے کہ اگر محمد علی لاہوری نے قرآن کے بعض مقامات کی تفسیر میں تحریف و تبدیلی نہ کی ہوتی اور مرتد نہ ہوتا تو اس کی تفسیر انگریزی زبان میں ایک مفید اور کار آمد تفسیر ہوتی تو علم کا مدار ظاہری فہم و دانش نہیں باطنی چیز ہے اور جس کا باطن اس روشنی سے متصف ہو وہی خشیہ خداوندی کو بھی جانے گا ۔

علم نافع وغیر نافع

اب علم کی کثرت کے باوجود بدعملی عام ہے آپ صلعم فرماتے تھے اللھم انی اعوذبک من علم لا یخشع (الحدیث) اے اللہ میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جس سے قلب میں خوف پیدا نہ ہو ۔ بدعملی زائل نہ ہو اور جس سے نفع نہ ہو کالجوں اور یونیورسٹیوں کا علم تو ہمارے نزدیک علم ہی نہیں لیکن ہمارے قلوب سے بھی خشوع و خضوع اٹھ گیا ہے علم ہے مگر خضوع و خشوع نہیں ، علم نفع نہیں دے رہا 'امام غزالی فرماتے ہیں کہ علم کے زوال کی ابتدائی علامت یہ ہو گی کہ مساجد میں جا کر کسی شخص کے چہرے پر خشوع و خضوع کے آثار محسوس نہ ہوں گے ۔ تو ایسا علم علم نہیں جہل ہے ۔ وان من العلم لجھلا " جس طرح کالجوں کا علم ہے اس طرح ہمارا علم بے سود بن گیا ہے

ایک عالم فرماتے ہیں کہ اتنا علم انسان کے لئے کافی ہے جس سے خدا کا خوف پیدا ہو اور اتنا جہل کافی ہے کہ اپنے علم و عمل پر غرور کرے یہ بڑا جاہل ہے ۔ اب شیطان سے بڑا جاہل کون ہے کیونکہ وہ اپنے نفس اور علم پر مغرور ہوا خدا کے سامنے فروتنی اور ذلت اختیار نہ کی تو یقینی ہے کہ عالم نہیں بن سکتا ۔ غلطی یہ ہوئی کہ علم دین کو مقصود بالذات اور مقصودی چیز سمجھ بیٹھے ۔ غیر مقصود اور وسیلہ کو مقصود بالذات بنا لیا ۔ حالانکہ علم کی اضافت ہے دین کی طرف اور مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تغایر ہوتا ہے علم اس لئے افضل ہے کہ اس کا مضاف الیہ دین ہے اور دراصل افضل اور بہتر یہی دین ہے علم اس کے سمجھنے کا ذریعہ ہے اور دین والا وہ ہے جو تمتع بالدین حاصل کرے تو مقصود دین ہے جو عبادت ہے تعلق اور رابطہ مع اللہ سے جو بندے اور رب

کے درمیان ہے جس کی دوسری تعبیر ہے۔ عبودیت اور بندگی ارشاد خداوند ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو)۔

پہلی منزل خوف خداوند یہ علم وسیلہ ہے اس چیز کے حاصل کرنے کا اور ان طریقوں کے جاننے کا جو عبدیت اور غلامی کے راستے ہیں اور یہ چیز حاصل ہوئی ذلت سے تو گویا ذلت اور تواضع کی پہلی منزل خوف خداوندی ہے اگر یہ نہ ہو تو یہ سفر و غربت اور مشقت و تکلیف سب رائیگاں ہے اور جو فضیلتیں اور منقبتیں ہیں سب بے کار ہیں۔ امام شافعی کو پہلی وصیت اپنے استاد نے ترک معاصی اور گناہوں سے اجتناب کی فرمائی۔ شکوت الی وکیع سوء حفظی فاوصانی الی ترک المعاصی اور جب اللہ کے سامنے عاجزی اور تواضع پیدا ہوگی تو اخلاق فاسدہ نکل جائیں گے۔ اللہ کے بندوں کے بارے میں بھی قلب سے تکبر اور بڑائی کے خیالات نکل جائیں گے اور علم کی برکتیں ظاہر ہونے لگیں گی۔

تواضع و سادگی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ الانچ کا پاجامہ پہنے ایک موٹی کملی گنواروں کی طرح کاندھے پر رکھ کر راستے پر چلتے کئی کئی دن مجلس میں باتیں نہ کرتے جب تک ضروری اور مجبوری نہ ہوتی شان تواضع کا یہ عالم تھا اور علم و حکمت میں کتنی اونچی شان تھی۔ ایک دفعہ حضرت نانوتوی کہیں تشریف لے گئے تقریر فرمائی۔ معرکۃ آلاراء تقریر تھی مگر اپنا نام ظاہر نہ ہونے دیا تقریر کے بعد لوگوں نے ان ہی سے مولانا محمد قاسم کے متعلق پوچھا اور حالات دریافت کرنے لگے تو فرمانے لگے ہاں وضوء اور نماز کے مسائل جانتا ہے۔ تو بایں ہمہ کمالات وھبیہ اور علوم دینیہ کے یہ تھی شان اخفا

مولانا مدنی ہمارے شیخ رحمتہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کو ہم نے خود دیکھا کہ غریب اور دیہاتی گنواروں یہاں تک کہ غیر مذہب کی ہنود وغیرہ کو خود ہاتھ دھلا رہے ہیں۔ مہمانوں کی بے خبری میں ان کے پاؤں دبا رہے ہیں سفر میں راہ چلتے ساتھیوں کے لئے گاڑیوں میں پاخانے تک صاف کئے مہمانوں کی بے خبری میں ان کو چلم اور حقہ بھروا کر پیش کیا۔ اتنی شان تواضع اور انکساری دوسری طرف باطل کے خلاف ایک ننگی تلوار تھے۔ انگریزی سامراج کے ساتھ ٹکرائے۔

خودداری مگر خودداری تھی" خلاصہ یہ کہ انگریزی تو ٹیوشنوں اور غرور و تکبر سے بھی پڑھی جا سکتی ہے مگر علم دین تواضع اور ذلیل ہونے سے حاصل ہوگا۔ ٹیوشنوں سے نہیں کہ اساتذہ گھر پر آکر تمہیں پڑھائیں اس کے لئے سفر اختیار کرنا عام مجالس اور حلقوں میں بیٹھنا ہوگا۔ بخارا کے حاکم خالد نے امام بخاری سے اصرار کیا کہ مجھے اور میرے بچوں کو یہاں آکر پڑھایا کرو۔ انہوں نے انکار کیا پھر حاکم نے کہا کہ میرے بچوں کو اپنے ہاں خصوصی مجلس میں پڑھایا کرو۔ لیکن امام نے فرمایا کہ اگر کوئی ان کے ساتھ درس میں شرکت کرے تو منع نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حاکم ناراض ہوا اور امام کو ملک بدر کیا تکالیف برداشت کیں مگر علم کی عزت بچائی مگر اس شان تواضع اور عجز و انکسار کے ساتھ ایک عالم اور طالب علم کے لئے استغناء اور خودداری نہایت لازمی چیز ہے اہل علم کی شان تو یہ ہونی چاہیئے کہ اگر حکومت و مملکت اس شرط پر ملے کہ علم چھوڑنا پڑے گا تو ہمیں اسے ٹھکرا کر علم کو مضبوطی سے پکڑنا چاہیئے اور سچے اہل علم ایسا ہی کرتے ہیں۔ مال دولت کی کوئی وقعت نہیں اہل دنیا میں مال کی وجہ سے خودداری اور استغناء عن الخلائق پیدا ہو جاتی ہے جو فانی چیز ہے تو ہمیں تو علم جیسی اعلیٰ اور غیر فانی دولت اور اشرف و اعلیٰ شئے جو کمال احسان اور نعمت خداوندی ہے۔ اس کی وقعت اور اس کا پاس رکھنا نہایت ضروری ہے۔

مخصوص وراثت نحن معاشر الانبیا لانورث ما ترکناہ صدقتہ اور وارث اپنے مورث کا نائب اور قائم مقام ہوتا ہی اور نیابت و قائم و مقام ہونے میں فرع کا حکم اصل جیسا ہوتا ہے اور میراث ایسی اشیاء میں جاری ہوتا ہے جو مورث کے ساتھ مختص ہوں مگر مورث کے ساتھ کسی کی چیز عاریت امانت یا قرض ہو تو اس میں میراث جاری نہیں ہوتا غیر مخصوص اشیاء میں میراث جاری ہوتا ہی نہیں اب مذکورہ حدیث العلماء الخ سے معلوم ہوا کہ انبیاء کے ساتھ مخصوص چیز علم تھا اور علماء کو یہ میراث و نیابت اس مخصوص صفت علم کی وجہ سے حاصل ہوا۔ اموال تو قارون و فرعون کے ساتھ مختص تھے اور عملی کمالات کے لئے بھی کمال علمی موقوف علیہ ہے اگر علم نہ ہوتا تو اعمال کی فضیلت و اہمیت واضح نہ ہو سکتی اس کے لئے امام بخاری نے مستقل باب باندھا کہ العلم قبل القول و العمل۔ کہ علم ذاتی اور زمانی دونوں لحاظ سے مقدم ہے۔ یہ محتاج الیہ اور مقدم اور قول و عمل متاخر و محتاج ہے۔

علم صفت کمال ہے آئینہ جب مظہر شمس ہوا تو اس کی خاصیتیں مثلاً" روشنی تحریق (جلانا) و سلب نظر وغیرہ اس میں متحقق ہو جاتے ہیں اب جب علم مظہر اتم صفت خداوندی ہوا تو اسمیں ایسے خصائل نہ آنے چاہئیں جو علو فخر تعلیٰ اور تکبر پر دلالت کرتے ہوں۔ ہمارے شیخ الشیوخ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی فرمایا کرتے تھے کہ واللہ العظیم کہ قاسم اس دیوار سے بھی زیادہ نادان اور جاہل ہے۔ اب طالب علموں کی دماغ میں بہت جلد غرور کا نشہ آ جاتا ہے چند مسائل سے اتنا پندار آ جاتا ہے کہ حد نہیں ہوتی۔ ہمارے استاذ شیخ حضرت مولانا مدنی فرمایا کرتے تھے کہ ایک مولوی صاحب جب بھی مجلس میں بیٹھ جاتے تو کہا کرتے کہ یہ عوام حشرات الارض ہیں حالانکہ یہ غلط ہے لوگوں کو برا نہ سمجھنا چاہیئے لوگوں کا کھاتے پیتے ہیں وہ ہمیں کھلاتے ہیں۔

علمی نخوت و غرور اب ہم نے علم حاصل کیا یہ خدا کی داد ہے تو اس میں ہمارا کیا کمال ہے اس پر غرور کیا جائے۔ ارسطو کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ سو جاتا تو نیند کی حالت میں کتے کی طرح بھونکتا اور لوگ اس کے قریب نہ سوتے کہ ساری رات نیند خراب ہوگی اس کے غرور اور علمی پندار کو نیچا کرنے کے لئے یہ عذاب اس پر مسلط کیا گیا تھا۔ جب لوگ اسے نیند کی یہ کیفیت سناتے تو وہ خود رویا کرتا اور کہتا کہ کیا کروں؟ مجھے اتنا علم بھی نہیں ہو سکتا کہ خواب میں بھونکتا ہوں طلبہ کے غرور اور گھمنڈ کے بارے میں ایک عجیب واقعہ ہے کہ ایک دفعہ عالمگیر مرحوم کا جلوس راستہ سے گذر رہا تھا۔ عالمگیر ایک علم دوست شخص تھا۔ ہزاروں احادیث یاد تھیں۔ جلیل القدر عالم تھا راستہ میں جلوس کے ساتھ ایک طالب علم کتاب لئے ہوئے جا رہا تھا اور بار بار مسکرا دیتا ہنس دیتا۔ عالمگیر کی نظر اس پر پڑی تو وزیر کے ذریعہ اس سے دریافت کیا کہ سچ سچ کہو کہ کس خیال کی وجہ سے تم بار بار ہنس رہے ہو جیسے کہ کسی کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اس طالب علم نے جواب دیا کہ سچ تو یہ ہے کہ اس بادشاہ پر ہنس رہا ہوں کہ گھوڑے پر کس شان سے چڑھا بیٹھا ہے لیکن اگر اب کافیہ کی ایک عبارت اس کی سامنے رکھوں تو جواب نہ دے سکے گا تو اکثر مولویوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ معمولی چیزیں سیکھ کر گھمنڈ کرنے لگتے ہیں اور لوگوں کو جاہل سمجھ بیٹھتے ہیں۔

علم ضروری و غیر ضروری

بہر حال علم کو موقوف علیہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام کا ہو۔ سقراط و بقراط ارسطو اور حکمائے یونان کی علوم نہیں ہاں ان کا سیکھنا بھی ضروری

ہے مگر مقصود بالذات اس کی اہمیت نہیں مثلاً" گھر میں رہنے سہنے کے کمرے مقصود ہیں لیکن پاخانہ اور غسل خانہ بھی بناء برضرورت بنانا پڑتا ہے ۔ جس گھر میں نہ ہوں تو وہ ناقص ہے علوم انبیاء بمنزلہ گھر کے ہیں اور دیگر علوم بمنزلہ بیت الخلا و غسل خانہ کے ہیں مگر آج کل طلباء و علماء کی اکثر زندگی انہیں غیر ضروری چیزوں میں بسر ہو جاتی ہے ۔

علم منقولات علم انبیاء علم معقولات علم اشقیاء

علم منقولات بندہ ی کند علم معقولات گندہ ی کند

تو بہرحال اتنی بڑی نعمت اللہ تعالیٰ نے علماء کو عطا فرمائی تو علماء کس وجہ سے احساس کمتری و کہتری میں مبتلا ہوں یہ تو مہلک چیزیں ہیں اور اس کے ساتھ احتجاج اور طمع کا اظہار بھی مہلکات میں سے ہیں ۔

ہمارے حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے کہ علوم آلیہ عقلیہ اور فنون نظامیہ کی حیثیت ایک سیڑھی کی ہے اور اس میں کمال ومہارت حاصل کرنا ایک سیڑھی کا فرام کرنا ہے اصل چیز تو چھت پر چڑھنا ہے اور علوم قرآن و سنت بمنزلہ چھت کے ہیں اس سے زیادہ ناسمجھ کون ہو گا جس کی ساری زندگی سیڑھی ہی پر گذر جائے ۔

اجرت علی التعلیم ہمارے اساتذہ و شیوخ اکابرین دیوبند پچاس ساٹھ روپے کے مشاہرہ پر گذراوقات کرتے رہے اور ان حضرات کو اس زمانہ میں کلکتہ حیدر آباد وغیرہ سے پندرہ پندرہ سو اور دو دو ہزار ماہوار کی پیش کش کی گئی مگر انہوں نے ٹھکرا دیا علماء کے لئے یہ بات بہت باریک اور قابل احتیاط ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو اجرۃ علی التعلیم کا سرے سے اجارہ ہی فاسد ہے متاخرین و مشائخ بلخ نے بقدر ضرورت جواز کا فتویٰ دے دیا ہے لیکن علم کی تعلیم اور دین کی تبلیغ کے لئے ان چیزوں کا موقوف علیہ بنانا تو بالکل غلط ہے کیونکہ علم کا مقصد تو کمائی نہیں ۔

علم سے مقصد صرف تہذیب نفس و اصلاح اخلاق اور حلال و حرام کا پہنچانا نہیں بلکہ اس کا مقصد اوروں تک پہنچانا اوروں کو مہذب بنانا بھی ہے اور ایک عالم کے لئے ابلاغ علم و حدیث فرض ہے ۔

اگر اس طالب علم اور عالم بننے کا مقصد دنیا کا حاصل کرنا ہو تو اس کے لئے یہ راہ کیوں منتخب کی جائے جس میں مشقتیں اور تکلیفیں ہیں اور پھر مال کا ملنا بھی موہوم ہے اور پھر زوال علم کے اس دور میں کہ عالم کو دنیا کے لحاظ سے حقیر سمجھا جاتا ہے مال کی کمائی اور دنیاوی تعیش کے لئے تو اور بھی کئی طریقے تھے ۔ تجارت کرتے زراعت اورمزدوری کرتے فوج میں بھرتی ہوتے تو قوت اور دولت تو یقیناً" حاصل ہو جاتی اب اگر نفس کے ساتھ مشورہ کرو اور ان سے رائے لو تو نفس یہی جواب دے گا کہ :

دنیا کی زندگانی فانی ہے ' دین کی بقاء اور اشاعت اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر چلنے چلانے کے لئے جو ہرچیز سے محبوب ہے اس کے لئے بھی ایک زمرہ اور جماعت چاہیئے جو امربالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہے ۔

اب نفس سے کہہ دو کہ تم نے دین کا نمونہ اور علم دین کا نمائندہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اگر تم اس علم کی لاج نہ رکھو اس کے احکام کی برملا پابندی نہ کرو تو اسلام اور دین پر بدنما داغ آئے گا عوام کا دعویٰ دین کے نمائندہ ہونے اور نیابت رسول کا نہیں ایک شخص نے عالم اور مولوی کا لباس اختیار کیا ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ ہوں اس کے لائے ہوئے دین کا سیکھنے والا اور پھیلانے والا ہوں ۔ اب اگر اس کی نمائندگی کرنے والے ایسے بھی ہوں جو سال بھر نماز باجماعت پڑھنے کا اہتمام نہ کریں داڑھی کترائیں منڈائیں اور سنت کی پیروی نہ کریں حالانکہ علماء کا اجماع ہے کہ قبضہ سے کم داڑھی کاٹنا تراشنا اور منڈھوانا ایک ہی حکم ہے اور ایک ہی طرح سنت رسول کی مخالفت ہے گویا بالا جماع فاسق ہے جس کے پیچھے نماز مکروہ ہے ۔

عالم کے متعددی اثرات اب اگر کوئی اسلام کا نمائندہ دارالعلوم یا اور کسی دینی مدرسہ کا طالب العلم بن کر اس فسق کے بورڈ کو لگا کر بازار میں پھرتا رہے اور ایسی حرکات کر رہا ہے جو اسلام کے خلاف ہیں تو وہ تمام طبقہ علماء مدرسہ اور دارالعلوم اپنے اساتذہ اور دین کو بدنام کر رہا ہے ۔ اور جب اس میں علم کے تقاضے پورے نہیں کر سکتا تو کس نے اسے مجبور کیا ہے کہ اس نے اس راستہ کو منتخب کیا اوروں کی غلطی تو ایک لازمی نقصان ہے مگر ایک مقتدا اور پیشوا کی غلطی سے متعدی نقصان ہوا اوروں کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہے اس وجہ سے تو علماء نے لکھا کہ شیخ کا ریاء بھی اور لوگوں کی عبادت سے افضل ہے ہمارے اخلاق اور عادات کا اثر لامحالہ عوام پر ہوتا ہے اگر اچھے ہوں تو باعث تقویت دین ورنہ باعث بدنامی دین ہوں گے ۔

عالم کی قدر و منزلت کا غیبی نظم فتنوں کے اس دور میں بھی یہ لوگ جو ہمیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو اس دین کے نام کی وجہ سے کہ ہم نے اس دین کی حفاظت و اشاعت کے دعویٰ کیا ہے جو خدا تعالیٰ نے حضور نبی کریم پر اتارا ہے فتنوں کا زور ہے پھر بھی دیکھو ایک عالم کی عزت ایک وزیر سے زیادہ ہے عزت موٹر اوربنگلے اور نوکروں سے عبارت نہیں ایک وزیر ہزاروں روپے کی تنخواہیں دے کر نوکر اور خدام رکھے گا پھر بھی ان کی وفاداری اور ہمدردی صرف ظاہری ہو گی لیکن ایک عالم کے ہزاروں وفادار ہیں لوگوں کے دلوں کے اندر اس کی قدر و وقعت موجود ہے گو پہلے سے کم ہے مگر پھر بھی جو کچھ ہے علم کی وجہ سے ہے حکومت کو بھی اس کا احساس ہے کہ عالم کی آواز میں جو اثر ہے اس کا دبانا آسان کام نہیں اس طبقہ کی ایک آواز سے حکومت بے چین اور پریشان ہو جاتی ہے ۔ مثال کے طور پر یہاں دارالعلوم حقانیہ میں دیکھیئے ۔

اللہ تعالیٰ نے غیب سے انتظام کرادیا کہ آپ لوگوں کے کھانے پینے اور پڑھنے کا انتظام کرا دیا ۔ لوگوں کے دلوں میں اس طرف توجہ کا خیال ڈال دیا کہ یہاں بیٹھے تنخواہ ملتی ہے روٹی ملتی ہے گوشت سالن ملتا ہے یہ ہمارے نہیں علم کی قدر ہے ورنہ بے کار بیٹھنے پر اپنے بھائی اپنے لڑکے کو کوئی دو چار دن روٹی نہیں دیتا عوام دن بھر مزدوری کر کے بمشکل پیٹ بھر سکتے ہیں طلب علم کے لئے فراغت بالی اور اطمینان بہت ضروری ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں ہماری طاقتوں کی کمزوری اور ہمتوں کی پستی کی وجہ سے اسباب میں سہولت اور فراوانی پیدا کر دی ہے ۔

یہ محض اللہ کا فضل ہے اور انا نحن نزلنا الذکر وانالہ لحافظون ارشاد خداوندی کا مظاہرہ ہے کہ میں بلا اسباب دین کی حفاظت کرتا ہوں اور پھر اس ادارہ کے منتظمین بھی مجھ جیسے بے سروسامان کہ نہ عزت ہے نہ دولت ہے نہ طاقت ہے اب جب عوام اس علم کی نمائندگی کے دعویداروں کو اس کے خلاف کرتے ہوئے دیکھیں گے تو ان کے اعتماد کو کتنا صدمہ ہو گا ۔

علم سراسرادب آج حالت یہ ہے کہ جو طالب علم مساجد میں رہتے ہیں وہاں ایسا اثر چھوڑ جاتے ہیں کہ اگلے سال پھر وہاں طلبہ کا قیام مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ نہ نماز کے وقت جماعت کا خیال رہتا ہے عوام آ کر جماعت پڑھتے ہیں اور طلبہ حجروں میں گپیں لگاتے ہیں ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں دو افراد کو دیکھا کہ ستون کے ساتھ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں ۔ ظاہر

ہے کہ ان کی باتیں بھی علم ہی کی ہوں گی مگر انہوں نے ڈانٹا اور فرمایا کہ مسجد نمازیوں کے لئے ہے اٹھ جاؤ مسجد کے صحن میں چارپائی اور بسترے ڈالے ہوئے ہیں ۔ ازان کا وقت ہے مگر ازان دینے میں عار محسوس ہوتی ہے حالانکہ بلال کا منصب ہے موذنین کے لئے حضور صلعم نے کتنی دعائیں دی ہیں اور کتنی منقبت بیان کی ہے مساجد کا احترام نہیں اس کے آداب کی رعایت نہیں تو کیا عوام کا اعتماد نہ اٹھے گا علم سراسر ادب ہے اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے مسجد کا ادب ضروری ہے اس کے ساتھ دوسری چیز احترام شیخ اور استاد کا ادب ہے اور پھر کتاب کا ادب ان تین چیزوں کا خیال رکھنا لازی ہے مساجد کا ادب استاد کا ادب کتاب کا ادب سلف میں ایسے بزرگ بھی گذرے کہ انہوں نے بلا وضوء کسی کاغذ کو چھوا تک نہیں

برکات ادب ایک گنوار کرد قبیلے کے دیہاتی نے صرف ایک کاغذ جس پر اللہ تعالٰی کا نام لکھا تھا ۔ گندگی سے اٹھایا ۔ اس کو صاف و پاک کر کے بادب و احترام رکھا ۔ اللہ تعالٰی نے اسے اچانک عالم بنا دیا صبح اٹھے تو عالم تھے ۔ لوگوں کو کہنے لگے امسیت کرویا واصبحت عربیا ۔ شام کو میں ایک کردی تھا اور صبح ایک عربی دان عالم بنا اسی طرح ایک جاہل راستہ میں جا رہا تھا ۔ کتاب ساتھ تھی اچانک بارش شروع ہوئی تو کتاب کو دامن کے نیچے کر لیا ۔ اللہ تعالٰی کو یہ ادا پسند آئی تو وہ عالم بنے اور جب کتاب دیکھتے تو باوضو ہو کر تو علم و حفظ کے لئے تعلق مع اللہ کے ساتھ اساتذہ اور شیخ کی خوشنودی حاصل کرنا بھی ضروری ہے کہ ان کی دعائیں موجب ترقی و زیادتی ہوں ۔

بقیہ ص ۸۱۶ سے ۔ اسلام اور سائنس

بغیر وسائل و ذرائع کے کراچی پہنچ جاتے تو یہ اس کی کرامت ہے اور اگر ریل، موٹر جہاز وغیرہ کے ذریعہ جاتے تو اسباب عادیہ کا یہ عمل خرق عادت نہیں تو اس کو کرامت نہیں کہا جا سکتا ۔

قرآن کریم کا بنیادی مقصد رہا یہ امر کہ موجودہ ترقیات کا ذکر قرآن مجید میں صراحۃً کیوں نہیں تو یاد رکھیں کہ قرآن حکیم کا موضوع آخرت کی دائمی اور حقیقی زندگی کے حصول کے لیے دنیا کی چند روزہ زندگی کو استوار رکھنے کا طریقہ بتلاتا ہے اور اسی مقصد کے لیے زندگی کے کسی مرحلہ پر بھی پیش آنے والی ضرورتوں کو تشنہ نہیں چھوڑتا ۔ سعادت اخروی کے طریقوں کو ترغیب و ترتیب سے بیان کرتا ہے اور تجارت، سیاست، ملازمت، زراعت سب شعبوں میں حلال و حرام کی رہنمائی کرتا ہے مگر وہ طبیعات، نجوم اور جغرافیہ کی کتاب نہیں کہ ہر زمانہ کے عروج و ارتقاء کے سارے مراحل بتلاتے البتہ بطور آیات آفاقی اور مبداء و معاد میں غور و فکر کرنے کے لیے کہیں ضرورت پیش آئی تو ان اشیاء کا ذکر ایسے جامع کلمات سے کرتا ہے جس سے قیامت تک اہم فنی مسائل بھی مستنبط ہو سکیں مگر یہ نہ ہر شخص کا کام ہے نہ اس کا فہم ایمان کے لیے ضروری ہے ۔

قرآن میں علوم کا لامتناہی ذخیرہ اولو الابصار اور عقلمندوں کے لیے علوم کا لامتناہی ذخیرہ قرآن مجید میں موجود ہے اور ان کلیات سے قیامت تک جزئیات نکالے جا سکتے ہیں ۔

محترم بھائیو! قرآن کریم کی کائنات بے حد و بے حساب ہے ۔ اس کی وسعتوں کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا ۔ ایک حدیث میں اس کی تعبیر ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ عرش معلّیٰ کے نیچے ایک ہزار قندیل لٹکے ہوتے ہیں اور یہ ساتوں آسمان زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کچھ صرف ایک قندیل میں سمائے ہوتے ہیں باقی قنادیل میں کیا ہے ! ان کا علم کس کو ہو سکتا ہے ؟ ۔

وما یعلم جنود ربک الا ھو مختصراً یہی کچھ عرض ہوا آئندہ کسی موقعہ پر مزید تفصیل کی جائے گی اللہ تعالٰی مسلمانوں کو فتنوں سے محفوظ رکھے ۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۔

بقیہ ص ۸۲۱ ۔ اُطلُبُوا لشَّیخ

اتفاق سے ایک دن استاد جی دوران درس سر جھکائے ہوئے چراغ پر مطالعہ کر رہے تھے کہ ان کی پگڑی کے اوپر کے شملہ کو آگ لگ گئی ۔ طالب علم حسب عادت کھڑا ہوا ہاتھ باندھ لیے اور پھر اتفاقات کا ایک طوماً باندھا، درخواست کی اجازت چاہی، اجازت ملنے پر عرض کیا جناب والا کی پگڑی شریف کو آگ لگ گئی ہے ۔ اُس نے جلدی سے پگڑی کو پھینکا، دیکھا تو پگڑی کے اوپر کا اچھا خاصا حصہ جل چکا ہے، طالب علم کو ڈانٹا کہ بدبخت جلدی سے کیوں نہ بتایا ۔ اُس نے عرض کیا جناب والا! آداب درخواست کا لحاظ ضروری تھا ۔

میرے محترم! شریعتِ اسلامیہ کی تحقیر و توہین سے غضب خداوندی کی آگ بھڑک اٹھی ہے، ملک جل رہا ہے اور آپ ہیں کہ آداب سیاست سے چمٹے ہوئے ہیں، شیخ کی روح کو خوش کرنا ہے تو تحریک نفاذِ شریعت کو ترجیحی مقاصد میں رکھیے، عدالتوں کو شریعت کا پابند بنانے کی پُرزور تحریک چلائیے ؎

اُٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے
پھر دیکھ خُدا کیا کرتا ہے

عشق جس حال میں ہو نغمہ سرا ہوتا ہے
وہ نغمہ جو بے ساز و صدا ہوتا ہے